وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(قرآن حکیم)

دین اور سیاست

از افادات

مولانا محمد حسین اکبر قمی
حوزہ علمیہ قم (ایران)

شائع کردہ
وفاق علماء شیعہ پاکستان
پوسٹ بکس نمبر ۱۷۲۴ لاہور

مرکزی دفتر
جامع مسجد امامیہ ورکشاپس
مغلپورہ لاہور۔ ٹیلی فون نمبر ۴۱۸۰۸۹ / ۳۳۳۱۳۳



مجاہد اکبر حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی مدظلہ العالی

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (قرآن حکیم)

دین اور سیاست

از افادات

مولانا محمد حسین اکبر قمی حوزہ علمیہ قم (ایران)

شائع کردہ

وفاق علماء شیعہ پاکستان پوسٹ بکس نمبر ۲۴۷۱ لاہور

مرکزی دفتر

جامع مسجد امامیہ ورکشاپس مغلپورہ لاہور ٹیلیفون نمبر ۴۱۸۰۸۹ / ۳۳۳۱۲۳

تعارف

جناب مولانا محمد حسین اکبر قمی متقی، پرہیزگار اور باعمل عالم دین ہیں۔ ضلع سرگودھا سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم محمدیہ سرگودھا اور جامع المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور میں حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مقدس شہر قم (ایران) میں تشریف لے گئے جہاں عرصہ چار سال سے پوری محنت اور دل جمعی سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

موصوف وفاق علماء شیعہ پاکستان کے اہم رکن ہیں اور قم (ایران) میں وفاق کی شاخ کے صدر ہیں۔ آپ نے کئی فارسی اور عربی کتابوں کے اردو میں ترجمے کیے ہیں جن میں سے کئی چھپ چکی ہیں اور باقی زیر طبع ہیں دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔

دعاگو

محمد حسین ایم اے

مرکزی خازن "وفاق" صدر بازار لاہور کینٹ

پیش لفظ

ان الدین عند اللہ الاسلام ۔ القرآن

اسلام وہ کامل ضابطہ حیات ہے جس نے دنیا کے اس تاریک ترین منطقہ سے اپنی آسمانی تعلیمات کے ذریعے دنیائے بشریت کو ظلمت سے نور الٰہی کی طرف نکالنے کا آغاز کیا جہاں پر ایک شفیق باپ اپنی بیٹی کا قاتل تو تھا لیکن اپنے آپ کو اس کا باپ کہلانے سے گریزاں تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دینی اقدار کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ دین مسیحیت و یہودیت کی تعلیمات کو ان ادیان کے ٹھیکیداروں نے کلی طور پر تحریف کر دیا تھا جنہوں نے ثروت مند لوگوں کو ان سے بھاری رقمیں وصول کر کے جنت کی ٹکٹیں جاری کر دی تھیں غریب ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ انسانیت اپنے آخری دم مار رہی تھی کہ اسلام نے پوری دنیا کو اپنی نورانی تعلیمات کے ذریعے جلا بخشی اور نہایت ہی کم مدت میں پوری دنیا ظلمت کدہ سے نکل کر ترقی اور آزادی کی راہوں پر گامزن ہو گئی۔

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام بھی پھیلتا رہا یہاں تک کہ برصغیر سے لے کر امریکہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا لیکن دین خدا اسلام کے ازلی دشمن یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلام کی یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھائی۔ لہٰذا اسلام و مسلمانوں کو مٹانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرنے لگے۔ نوبت صلیبی جنگوں تک پہنچی۔ ان میں بھی پے در پے ناکامیوں کا سامنا کرنے کے بعد اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں کو

قرآن کی تعلیمات اور علماء اسلام کے درمیان جدائی ڈالنے میں اپنی کامیابی دیکھی۔ نظام حکومت اور عبادیات کو الگ الگ پیش کر کے اسلام کی اصلی صورت کو بگاڑ کر اس نظریہ کا پرچار شروع کر دیا کہ دین الگ چیز ہے سیاست الگ چیز ہے علماء کو صرف مساجد تک محدود رہنا چاہیئے، امور حکومت کی نگرانی صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جس کا دین و مساجد سے کوئی تعلق نہیں اور اس نظریہ کا اتنا پرچار کیا کہ یہ باطل نظریہ ایک حقیقت بن کر مسلمانوں کے اذہان پر مسلط ہو گیا اور اب طبقہ انسانیت کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ ایک دیندار طبقہ جو صرف اور صرف نماز روزہ اور مصلے مسجد تک ہی محدود رہے اور دوسرا فاسق فاجر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والوں کا گروہ اور صرف یہی گروہ امور حکومت کی نگرانی کا اہل قرار دیا گیا جس کے نتیجے میں دنیا کا ترقی یافتہ ترین دین اسلام دن رات ترقی کی بجائے رو بہ زوال ہوا اور اس کی جگہ انہی یہودیوں عیسائیوں کے نظریات اور رسم و رواج نے لے لی۔ لیکن ایران میں اسلامی انقلاب کے عظیم الشان رہبر حضرت امام خمینی مدظلہ کی مدبرانہ تعلیمات نے اس نظریہ کو باطل گردانتے ہوئے واشگاف اور دوٹوک الفاظ میں اعلان فرمایا کہ دین اور سیاست دونوں ایک چیز ہیں ان پر اختلاف و جدائی کا قائل در حقیقت بیوقوف ہے اور اس نے اسلام کے ترقی یافتہ پروگرام کو سمجھا تک نہیں اور آپ نے مسجد و محراب اور سیکرٹریٹ و اسمبلی ہال کو پھر یکجا کر کے دین میں وہ عظیم اسلامی انقلاب کامیاب کیا جس نے آج پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے اور یہ بات عملی طور پر

ثابت کر دی ہے کہ دین اور سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں اس مقالہ میں میں نے یہی بات قرآن و احادیث و عقل کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دین اور سیاست دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ایک حقیقت ہیں۔

اس حقیقت کو کہاں تک ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہوں وہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ آپ کی اصلاحی آراء کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

محمد حسین اکبر (فاضل قم)
نزیل حوزہ علمیہ قم جمہوری اسلامی
ایران

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

از: محمد حسین اکبر
حوزہ علمیہ قم۔ ایران

دین اور سیاست

اسلام کا مقدّس آیئن اور قانون ایک ایسا جامع اور کامل ضابطہ حیات ہے جس میں اعتقادی، عبادی، اخلاقی، سیاسی، اقتصادی، دفاعی اور اجتماعی تمام امور کے بارے میں ایک ایسا دائمی حیات بخش پروگرام موجود ہے جو انسانوں کو صرف دنیاوی زندگی کی سعادت کی ضمانت ہی نہیں دیتا۔ بلکہ اُخروی سعادت کا بھی ضامن ہے۔ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے انسان کی دنیاوی زندگی کو آخرت کی زندگی سے جدا ماننے کے نظریہ کو باطل قرار دیتا ہے۔

مسئلہ جہاد یا دفاع ہو یا مسلمانوں کے آپس کے تعلقات، غیر مسلموں سے روابط کا مسئلہ ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی، قضاوت و عدالت کا مسئلہ ہو یا معاشرے کی اصلاح کے لیے حدود و تعزیرات کا اجراء یا قصاص لینے کے قوانین، ظلم و ستم کے خلاف جہاد یا بلاد مسلمین اور حکومت کے اقتصادی نظام کی تقویت کے لیے زکوٰۃ و خمس کے قانون کا اجراء! شہریوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ ہو یا گمراہوں کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ! اقتصاد و تجارت کے قوانین ہوں یا زراعت اور حیوانات

کی پرورش اور افزائش نسل کا مسئلہ، صحت و تندرستی کے لیے ہسپتالوں کا قیام یا مریضوں کی دیکھ بھال کا انسانی فریضہ ہو، ایسے بیسیوں اور بھی اجتماعی پروگرام ہیں جن کے مجموعہ کو اسلام کہتے ہیں۔ سینکڑوں آیات اور ہزاروں احادیث فقہ اسلامی کی کتب میں ایسے موضوعات کی وضاحت پیش کرتی ہیں۔ بطور مثال چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔

سورۃ توبہ آیت ۴۱

راہ خدا میں ان قوانین کے اجراء اسلامی حکومت کے تحفظ اور اسلامی معاشرہ کے قیام کی خاطر) اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

۲۔ "یاایھا النبیّ جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم"

سورۃ تحریم آیت ۹

دشمنان اسلام اور حکومت اسلامی کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والے کفار اور منافقین کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم نازل ہوا کہ اے نبیؐ کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور ان پر سختی کرو تاکہ وہ اپنے شیطانی منصوبوں سے باز آجائیں۔

۳۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم

سورۃ انفال آیت ۶۰

فوجی اور دفاعی طاقت کو مضبوط کرنے کے بارے میں خداوند کریم کی مقدس قانونی کتاب، قانون دفاع کی وضاحت کچھ اس طرح بیان فرماتی ہے کہ ان کافروں

کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے (ہتھیاروں) کی قوت سے یعنی اسلامی فوج کو جدید و قدیم اسلحہ سے مسلح اور آشنا ہونا چاہیئے) اور پلے ہوئے گھوڑوں کے ساتھ (آج کل ہوائی اور بحری فوج بیڑا مضبوط ہونا چاہیئے اور پیش قدمی کے لیے بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک ہونے چاہیئں) اور دیگر قسم کے سازوسامان کے ساتھ بروقت آمادگی کی حالت میں رہنا چاہیئے اس کے ذریعے تم (اپنے دشمنوں پر اپنا) رعب جمائے رکھو اور دوسرے ان لوگوں کے خلاف جو (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ان کو اللہ تعالےٰ کی ذات جانتی ہے۔

۴۔ "قاتلوا ائمۃ الکفر انھم لاایمان لھم لعلھم ینتھون"

سورۃ توبہ آیت ۱۲

اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کے سرغنوں کے خاتمہ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ "کفر کے سربراہوں اور لیڈروں کو قتل کر دو کیونکہ ان کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ شاید وہ (اپنے بُرے دھندوں سے) باز آجائیں۔

۵۔ قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ

سورۃ توبہ آیت ۳۶

مشرکوں کو سب مل کر (قتل کرو اور) ایسے لڑو جس طرح وہ سب مل کر آپ سے لڑتے ہیں۔

- غیر مسلموں کے ساتھ روابط قائم کرنے کے بارے میں اسلامی قانونی کتاب قرآن نے یہ قانون بیان فرمائے ہیں۔

۶۔ یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الکافرین اولیاء

سورۃ نساء آیت ۱۴۴

اے ایمان والو کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ (ولی کے جو بھی معنی مراد ہوں سب کی یہاں پر نفی کی جارہی ہے۔

۷۔ یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیاء

سورۃ مائدہ آیت ۵۱

آیت مذکورہ میں مطلق کفار کی دوستی اور ولایت کی نفی کا حکم ہے جبکہ اس آیت میں کفار کے مشہور و معروف دو گروہ یہودیوں اور عیسائیوں کا نام لے کر ان کے ساتھ دوستی گانٹھنے کی ممانعت ہو رہی ہے۔" کہ اے ایمان والو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست یا سرپرست نہ بناؤ!

- اگر خدانخواستہ مومنوں کے دو گروہوں کے درمیان اختلاف کی وجہ سے قتل و غارت تک نوبت پہنچ جائے تو اس ہنگامے کے خاتمے کے بارے میں قرآن نے اس طرح حکم بیان فرمایا ہے۔

۸۔ ان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل۔

سورۃ حجرات آیت ۹

اگر (خدانخواستہ) مومنین کے دو گروہوں کے درمیان (اختلاف کی وجہ سے) نوبت قتل و غارت تک پہنچ جائے تو ان دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرادو اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف تجاوز کرتا ہے (اور بغاوت کو ہوا دیتا ہے) تو سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ مل کر اس گروہ کے ساتھ لڑیں جس نے بغاوت

گئی ہے (اور اس گروہ کو اتنا مارو) کہ حکم خدا کے سامنے سرنگوں ہو جائے اور جب (وہ باغی گروہ حکم خدا کے سامنے) سرنگوں ہو جائے تو ان دونوں گروہوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دو۔

● رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کے طرز زندگی، آپس میں رہن سہن اور کافر دشمنوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے طریق کار کی قرآن نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

۹۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

سورۃ فتح آیت ۲۹

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر انتہائی سخت ہیں جب کہ آپس میں وہ ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔

● قوانین اسلام کی ترویج اور معاشرہ کی اصلاح کے بارے میں ارشاد فرمایا:

۱۰۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴

کہ (اے مسلمانو!) تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف دعوت دے اور برائیوں سے روکے۔

● ظالموں کے نرغے میں پھنسے ہوئے کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی رہائی اور حفاظت کے لیے ہر قسم کے عذر و بہانہ کو رد کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

۱۱۔ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ سورۃ نساء آیت ۷۵

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم راہِ خدا میں جہاد نہیں کرتے (جبکہ) کمزور اور مستضعف مرد، عورتیں اور بچے پکار رہے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باسی سخت ظالم ہیں۔

- پورے انسانی معاشرے کو عدل و انصاف کا گہوارہ بنانے کی خاطر قاضیوں اور ججوں کو حکم ہو رہا ہے کہ نظام عدل کو قائم کرنے کی غرض سے تم کرسی عدالت پر بیٹھ تو گئے ہو لیکن یاد رکھنا انصاف کے تقاضوں کو میرے اس حکم کے مطابق پورا کرنا۔

۱۲۔ فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الهوی

سورۃ ص آیت ۲۶۔

لوگوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرو (فیصلہ کرتے وقت) اپنی خواہشات نفسانیہ کی اتباع نہ کرو۔

- اگر کسی کو کوئی ناجائز قتل کر دیتا ہے تو یاد رکھو وہ قاتل زمین خدا میں فساد پھیلانے کی غرض سے دندناتا ہی نہ پھرے بلکہ اس قتل و غارت کے بازار کو بند کرنے کی غرض سے ہم تم پر قصاص کے قانون کو واجب قرار دیتے ہیں۔

۱۳۔ یا ایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی

سورۃ بقرہ آیت ۱۷۸

اے ایمان والو مقتولین کے بارے میں تم پر قانون قصاص کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

- اگر کوئی ناموس غیر میں ناجائز ذرائع سے تجاوز کر کے سلسلہ انساب کو ختم کرنے اور فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے تو ایسے افراد کے لیے عبرت کا سامان مہیا کرنے کی خاطر زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کو کوڑوں کی سرِعام سزا

سزا دی جائے۔

۱۴۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ۔

سورۃ نور آیت ۲

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو ان کے اس فعل حرام کے ارتکاب پر سزا کے طور پر، سو سو کوڑے لگاؤ۔

۱۵۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر

سورۃ حج آیت ۳۹۔

ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے تحقیق اللہ تعالےٰ ان کی مدد و نصرت پر قادر ہے۔

غریبوں، مسکینوں کی دیکھ بھال، راہ خدا میں خیرات کرنے کی ترغیب دینے اور حکومت اسلامی کے اقتصادی پروگراموں کی تکمیل کی خاطر نظام زکوٰۃ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

۱۶۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم

سورۃ توبہ آیت ۱۰۳

ان کے اموال سے زکوٰۃ لے لو جس کے دلینے سے) آپ ان کو (گناہوں کے آثار سے) پاک وصاف کر دو اور ان کے لیے دعا کرو بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان قلب ہے۔

۱۷۔ واعلموا انما غنمتم من شیئٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔

سورۃ انفال آیت ۴۱

مذکورہ آیت میں زکوٰۃ کے حکم کو بیان کیا گیا ہے جب کہ اس آیت مجیدہ

میں خمس کا تذکرہ ہے اور ساتھ ہی اس خمس کے مصارف اور مستحقین کو بھی بیان کر دیا ہے کہ "جان لو کہ مال غنیمت میں سے جو چیز بھی تمہیں ملے پس اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے ذی القربیٰ کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

- جب تک کسی مرکز کے تحت حکومت کا نظام و انصرام نہ ہو اس وقت تک حکومت کے امور سرانجام پا نہیں سکتے اور مرکز کے لیے کسی ایک شخصیت کا مسئول ہونا اور ان تمام امورِ حکومت کی نگرانی کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ کسی مسئول یا امیر و رئیس کے بغیر امور کا سرانجام پانا مشکل ہے اور بغیر مسئول و قائد کے کوئی قوم کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:۔

"قال الامام الرضا علیہ السلام": "انا لا نجد فرقة من الفرق ولا ملة من الملل بقوا وعاشوا الا بقيم و رئيس لما لا بد لهم منه في امر الدين والدنيا ولم يجز في حكمة الحكيم ان يترك الخلق بما يعلم انه لا بد لهم منه ولا قوام لهم الا به"

(شرح مکاسب انصاری قدہ ص۱۵۳)

آپؑ کا یہ فرمان علل الشرائع سے نقل کیا گیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"ہم تمام فرقوں میں سے کسی فرقہ یا ملل میں سے کسی ملت کو نہیں پاتے جو کسی ناظم و قیم اور رئیس و مسئول کے بغیر باقی ہو اور اس نے کامیاب زندگی بسر کی ہو ان کے لیے دین اور دنیا کے امور میں کسی رئیس و مسئول کا ہونا اشد ضروری ہے اور خدائے حکیم کی حکمت میں یہ جائز نہیں کہ

مخلوق کو اس شخص کے بغیر آزاد چھوڑ دے جس کا وجود اس مخلوق کے لیے انتہائی ضروری ہو اور خدا کو یہ بھی علم ہو کہ اس کے بغیر اس مخلوق کا استحکام و قوام مشکل ہے۔"

لہٰذا امور حکومت کی نگرانی کے لیے کسی کا ذمہ دار ہونا ایک بہت ضروری امر ہے اور وہ مسئول یا نگران تب نگرانی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے جب اس کی رعایا اس کے احکام کی اطاعت و پیروی کرے اسی لیے ارشاد خداوندی ہے کہ اے ایمان والو تم ایمان تو لا چکے اسلام اور اس کے اصولوں کو تسلیم کر چکے ہو لیکن یہ اصول تب کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں جب آپ ان کے صادر کرنے والوں اور نگرانی کرنے والوں کی اطاعت کرو۔

۱۸۔ "یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"

سورۃ نساء آیت ۵۹

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اُس اولوالامر اور حاکم کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہے۔

البتہ حاکم کے لیے جن شرائط کو بیان کیا گیا ہے اس کے لیے ان پر کاربند ہونا اولین شرط ہے اگر وہ ان شرائط پر کاربند نہیں ہو گا تو اس کی اطاعت کرنا بھی ضروری نہ ہو گی۔

اس قسم کی آیات و روایات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دین اسلام کا مقدس آئین گوشہ نشینی کی زندگی کا سبق نہیں دیتا کہ انسان پوری دنیا سے کنارہ کش ہو کر رہے اور اجتماعی و سیاسی معاملات میں ذرا بھر بھی دخل نہ دے بلکہ قانون اسلام تو ایسا مکمل اجتماعی نظام ہے جس نظام کے اجراء کے لیے کسی قائد و رہبر اور وسیع پیمانے پر منصوبہ سازی اور تشکیلات کی ضرورت ہے۔

یہ کہنا عقلاً درست نہیں ہے کہ اسلام میں سیاسی انفرادی اور اجتماعی قوانین تو موجود ہوں لیکن شارع مقدس اسلام نے حکومت سازی، قوت حاکمہ و مجریہ اور قضائیہ و عدلیہ کی طرف توجہ نہ دی ہو بلکہ حکومت و قیادت، امامت و سیاست وغیرہ دین سے جدا نہیں ہیں بلکہ یہ تو دین کا اہم ترین پہلو ہے جس میں دیانت، تمام جہات سے لوگوں کے تحفظ کی ضمانت، قوانین الہٰی کے اجراء اور ان کے مخالفین کو دور کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

سیاست کے لغوی و اصطلاحی معنی یہی ہیں کہ ایک معاشرہ کو یا ملک کو معینہ قوانین و آئین کے مطابق چلانا اور حکومت اسلامی کی سیاست بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی امور کو شریعت اسلامی کے معینہ قوانین کی روشنی میں تحفظ دیا جائے۔ کسی لفظ کے لغوی معنی ہی قابل قبول ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کے حقیقی معنی کسی زمانہ میں متضاد استعمال ہونے لگیں۔ لفظ سیاست انہی مذکورہ معنی میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر: کتاب مجمع البحرین، بصائر الدرجات اور اصول کافی کی کتاب الحجۃ وغیرہ میں مفصل روایات کی روشنی میں ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ سیاست کے معنی امور کو ادارہ کرنے کے ہیں۔ مجمع البحرین میں "سائس" کے مادہ میں اس روایت کو نقل کیا گیا ہے جو اصول کافی میں بھی ذکر ہوئی ہے کہ (.... الامام العارف، عارف بسیاسۃ والامامۃ" یعنی امام حسن علیہ السلام کے بعد امیر امامت کے وارث حضرت امام حسین علیہ السلام ہوئے جو امام عارف تھے۔ کس چیز سے عارف تھے، امور سیاست اور لوگوں کے امور کو ادارہ کرنے کے عالم اور عارف تھے۔

زیارت جامعہ کبیرہ جو تمام آئمہ علیہم السلام کے لیے پڑھی جاتی ہے اس میں اسلامی معاشرے اور لوگوں کی عمومی سیاست کو ذکر کرنے کے بعد اس طرح ارشاد فرماتے ہیں (..... وسیاسۃ العباد و ارکان البلاد و ابواب الایمان..... تا آخر)

یعنی تم لوگوں کے امور کو ادارہ کرنے والے ہو۔

مجمع البحرین میں ہے کہ:

"ثم فوض الی النبی امر الدین والامور لیسوس عبادہ"

پھر خداوند قدوس نے نبی اکرم کو امر دین اور امر یعنی اس معاشرہ کو ادارہ کرنے کی ذمہ داری سونپی" "لیسوس عبادہ" یعنی بندگان خدا کے امور کو ادارہ کرے۔ بہرحال سیاست کے لغوی اور اصطلاحی معنی یہی ہیں کہ معینہ قوانین کی روشنی میں امور کو کنٹرول کرنا۔

سیاست کے یہ معنی ہرگز نہیں جو آج کل مروّج ہیں کہ دھوکا بازی، فریب کاری اور ظلم وستم وغیرہ کے ذریعے اپنے تسلّط کو قائم کرنا اور لوگوں کے حقوق کو پائمال کرتے ہوئے زبردستی حکومت کرنا کہ جس کی روشنی میں یہ کہنا آسان ہوجائے کہ دین اسلام سیاست سے جدا ہے حالانکہ سیاست دین سے جدا نہیں بلکہ دین کا حساس ترین جزو ہے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اسلامی حکمران تھے جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان اسلام کے سیاسی اور اجتماعی قوانین کو عملی طور پر جاری کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی خدا کے مطابق جہاں لوگوں کی ہدایت پر مامور تھے وہاں اُن کی ایک سنگین ذمہ داری ایک اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنا بھی تھی لہٰذا اُسی پہلے دن ہی جب دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو وہ درحقیقت حکومت الٰہی کے قیام کی اوّلین اینٹ تھی جو رکھی گئی۔ مکّہ مکرمہ میں ہی اس حکومت کے مقدمات فراہم کردیئے گئے تھے مقام عقبہ پر لوگوں سے اس بات پر عہدوپیمان کیا کہ وہ آپؐ کی حمایت کریں گے۔ جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اپنے پیروکاروں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور صیغہ اخوّت پڑھا۔ جہاد اور دفاع کی غرض سے عمومی فوجی بھرتی کا

اعلان کیا۔ سپاہیوں کو ہتھیار و اوزار جنگ دینے کے علاوہ ان کے کمانڈر مقرر فرمائے۔ مدینہ منورہ اور دوسرے اسلامی شہروں کے لیے گورنر اور فرمانروا مقرر کیے۔

عدل و انصاف اور مسائل کے حل کے لیے قاضی اور جج معین فرمائے، قرارداد صلح پر دستخط فرمائے، دوسرے ملکوں کے سربراہوں کے نام خطوط تحریر فرمائے، ان کی طرف سفیر بھیجے۔ کیا ان امور کے سرانجام دینے کے علاوہ کسی اور چیز کا نام حکومت اور سیاست ہے یا ایسے ہی کاموں کو انجام دینے کا نام حکومت اور سیاست ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دو حیثیتوں کے مالک تھے۔ ایک طرف تو وحی خدا کے ذریعے خدائی احکام اور قوانین کو حاصل کر کے لوگوں تک پہنچاتے اور دوسری طرف مسلمانوں پر حکمران بھی تھے یعنی شریعت کے معین کردہ سیاسی اور اجتماعی قوانین اور ان اختیارات کے ذریعے جو ایک حکمران اور رہبر کے لیے ضروری ہوا کرتے ہیں معاشرے اور اجتماع مسلمین کے امور کو منظم اور کنٹرول کیا۔ ان تمام مراحل میں آپ خطا و غلطی اور گناہوں سے مبرّہ و منزہ اور معصوم تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکومت دین اور قوانین الٰہی کے تابع تھی نہ کہ ظلم و استبداد کے ذریعے لوگوں پر مسلط تھے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں پر آپؐ کی اطاعت واجب ہے۔

"یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم"

سورۂ نساء آیت ۵۹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منصوبہ بندی، ذمہ داری اور مسلمانوں کے امور کو طے کرنے میں شریعت کے معینہ قوانین میں تمام الاختیار تھے یہاں تک کہ لوگوں کی نسبت آپ اُن پر اولی بہ تصرف تھے۔

"النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم" سورہ احزاب آیت ۶

جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جب جناب مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس وقت جو آپ نے مالک اشتر کے لیے عہد نامہ تحریر فرمایا تھا اگر انسان پوری وقت سے اس عہد نامے کا مطالعہ کرے جس میں اسلامی حکومت کے تمام داخلی، خارجی، دفاعی، اقتصادی، تعلیمی اور تعمیری امور کے بارے میں مفصل ہدایات موجود ہیں گویا ایک اسلامی حکومت کے اسلامی آئین اور قانون کا وہ متن ہے۔ جس کی روشنی میں آپؑ نے حکومت کے امور کو سرانجام دیا تھا۔ صرف نمونے کے طور پر اس عہد نامہ کے عناوین کو ذکر کیا جاتا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام دین سیاست ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ھذا ما امر بہ عبد اللہ علیؑ امیر المومنین، مالک بن الحارث الاشتر فی عھدہ الیہ حین ولاہ مصر: جبایۃ خراجھا: وجھاد عدوھا واستصلاح اھلھا، وعمارۃ بلادھا۔۔۔۔"

نہج البلاغہ کتاب ۵۳ صفحہ ۴۲۶، دکتر صبحی صالح

"یہ دستور نامہ خدا کے بندے امیر المومنین علیؑ کی طرف سے مالک ابن حارث اشتر کے لیے ہے اس جملہ میں لفظ "عبد اللہ" قابل غور ہے جس میں حکمرانوں اور مسئولین حکومت کے لیے درس عبرت ہے کہ لوگوں کے امور کی باگ ڈور ہاتھ میں لینے سے کہیں تم عظمت خدا کو نہ بھول جانا۔" اس عہد نامہ کو آپ نے اپنے زمانہ خلافت و حکومت میں اس وقت تحریر فرمایا تھا جب مالک اشتر کو مصر کا گورنر اور والی بنا کر بھیج رہے تھے مالک اشتر کو کس لیے گورنر بنا کر بھیج رہے تھے۔

۱۔ تاکہ اس سرزمین مصر سے خراج اور مالیانہ وصول کرے۔

۲۔ اس ملک کے دشمنوں سے جنگ کرے۔

۳۔ وہاں کے باشندوں کی ترقی و اصلاح کے لیے پوری پوری کوشش کرے۔

۴۔ شہروں، قصبوں، دیہاتوں کی آبادی اور تعمیر نو کے لیے اقدام کرے۔

انہی چند الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام ترک الدنیا و ما فیہا کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام میں وہ تمام سیاسی امور موجود ہیں جن کی روشنی میں حکومت قائم کر کے اس کا انتظام و انصرام کیا جاتا ہے۔

جناب رسالت مآبؐ کا یہ فرمان اسلام کے دین سیاست ہونے کا بیّن ثبوت ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

قال ؐ ثلاث تخرق الحجب وتنتھی الی ما بین یدی اللہ، صریر اقلام العلماء، وطی اقدام المجاھدین، وصوت مغازل المحصنات"

(الشہاب فی الحکم والاداب صفحہ ۲۲)

تین چیزیں حجاب قدرت کو عبور کر کے دربار خدا میں جا پہنچتی ہیں: سب سے پہلے معاشرہ کی اصلاح کے لیے علماء کے قلموں سے لکھنے کی آواز، کیونکہ جس ملک کے پریس کی آواز ہر وقت بلند ہوتی رہے اس کے عوام جہالت سے دور ہو کر علم و عرفان کی وادی میں داخل ہو جاتے ہیں اور برائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مجاہدین کے پیروں کی دھمک حجاب قدرت سے عبور کر جاتی ہے، اس بات کا اشارہ اس مطلب کی طرف ہے کہ جس ملک کی فوج مضبوط ہو گی اور اس کا توپ خانہ آواز دیتا رہے۔ ملک اور اس کے عوام ترقی کی بلندیوں کو چھو سکتے ہیں۔ عوامی، سرکاری اقتصادیات کو پورا کرنے کے لیے دیا کدامن عورتوں کے چرخوں کی آواز (بھی کارخانوں کی آواز) ہر وقت بلند رہے اور اس ملک کے عوام اپنی ضرورت کی چیزیں خود بنائیں اور کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلائیں تو وہ کامیاب ہیں۔ جناب رسالت مآبؐ نے اپنے اس فرمان میں ایک ملک کی کامیابی اور ترقی کے رازوں کی نشاندہی فرمائی ہے اور یہ ہی وہ امور ہیں جن کا انجام دینا سیاست کہلاتا ہے۔

اسلام کے عبادی، سیاسی، اجتماعی، فوجی، اقتصادی اور معاشرتی احکام اور

قوانین آپس میں ایسے ہم آہنگ ہیں جس سے ایک ایسا نظام توحیدی تشکیل پاتا ہے جو انسانیت کو حدِ کمال تک پہنچانے اور خدا تک پہنچنے کے لیے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی قوانین میں دنیا اور دین اور سیاست کے درمیان کوئی سرحد اور حدِ فاصل موجود نہیں ہے اور اس قسم کے توحیدی نظام کی نگرانی اور رہبری کا ذمہ رسول اکرمؐ کے سر تھا۔ امامت اور رہبری کا مسئلہ اتنا اہم اور ضروری تھا کہ رسول اکرمؐ نے اسلامی معاشرہ کی قیادت کے لیے ضروری اقدامات پر اپنی حیاتِ مقدس میں ہی عمل جاری فرما دیا تھا۔

اب گفتگو اس مسئلہ میں ہے کہ کیا نظام اسلام کے اجراء اور اس کی رہبری اور قیادت کا مسئلہ صرف آنحضرتؐ کے زمانہ میں آپؐ کے لیے ہی مختص تھا اور اسلام کے اجتماعی و سیاسی قوانین اور احکام اب بالکل لغو اور فرسودہ ہو چکے ہیں؟ اب کسی اسلامی حکومت کے قیام کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس مہم ترین اور حیات بخش امر پر توجہ دینا مسلمانوں کا فریضہ نہیں ہے، کیا اب ہمیں حکومت اور سیاست کے معاملات سے کنارہ کش ہو کر کسی خفیہ گوشہ میں صرف اور صرف اپنے اخلاقی اور عبادتی وظائف کی ادائیگی میں مشغول رہنا چاہیئے۔ گویا آج کل کی اصطلاح کے مطابق دین سیاست سے بالکل جدا والا لایعنی نظریہ درست ہے؟ یعنی علماء اور دیندار فرائض تو مدرسوں، مسجدوں کے لیے وقف ہو جائیں اور حکومت اور سیاست کے تمام امور بد معاشوں، غنڈوں اور بے دین و دین دشمن افراد کے حوالے کر دیئے جائیں۔

لیکن اسلامی قوانین اور دستورات کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس قسم کا نظریہ اور احتمال اصلاً قابل قبول نہیں ہے۔ اسلام کے تمام قوانین اور آئینی فرامین دائمی ہیں اور آج بھی اسی طرح معتبر اور قابلِ اجراء ہیں جس طرح آج سے چودہ سو تین سال پہلے تھے، ذرا برابر بھی ترمیم کے محتاج نہیں ہیں اور ایسے بھی ہرگز نہیں کہ یہ قوانین صرف اور صرف زمانہ پیغمبرؐ کے لیے خاص تھے۔

کیونکہ اسلام کا یہ توحیدی نظام زمانہ رسولؐ میں کسی رہبر اور لیڈر کا محتاج نہ تھا کیونکہ خود رسولؐ گرامی کی ذات اقدس ان قوانین کی نگران تھی لیکن آپؐ کے بعد تمام زمانوں میں کسی قائد اور رہبر کی ضرورت اور احتیاج رہی جو ان امور کی نگرانی کا پورا پورا حق کرتا اور آج تو اس کی پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیاً"

سورۂ آل عمران آیت ۱۴۴

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی ہو جاویں (تو کیا رسولؐ کی وفات کے فوراً بعد تم اس نظام اسلام کو الوداع کہہ کر کسی اور نظام کی تلاش میں نکل پڑو گے) اور کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے (دین اسلام کو چھوڑنے والو یاد رکھو تم میں سے) جو شخص الٹا پھر جاوے گا تو خدا تعالےٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا (بلکہ اپنا ہی کچھ بگاڑے گا)

یہی وجہ ہے رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد اصحاب میں سے کسی نے بھی وجود خلیفہ اور ضرورت امام کا انکار نہیں کیا۔ کوئی شخص ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے کہا ہو کہ ہمیں خلیفہ رسول اور رہبر امت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر کسی چیز میں اختلاف واقع ہوا تو وہ صرف خلیفہ کی تعین اور مصداق کی شرائط اور صفات میں ہی تھا۔

انسانیت کی سعادت اور سربلندی کے لیے صرف اچھے اور اعلیٰ قسم کے قوانین کا ہونا ہی کافی نہیں بلکہ قانون ایک قوت مجریہ بھی چاہتا ہے جو اس کو عملی طور پر معاشرہ میں نافذ کرے۔ اسلامی قوانین اور منصوبے ایک ایسے مربوط نظام واحد کو تشکیل دیتے ہیں جو کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ کسی تبدیلی کو

قبول کرنے کے لیے تیار رہیں۔ اب یہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ اسلامی قوانین کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں عملی طور پر نافذ کریں اور قوانین کو عملی صورت میں لانے کے لیے ایک اسلامی حکومت کی تشکیل کی ضرورت ہے لہٰذا تمام مسلمانان جہاں کو کوشش کرنا چاہیئے وہ مل کر ایک مضبوط و مستحکم اسلامی حکومت کے قیام کے لیے سعی کریں۔ کیونکہ قرآن مجید کے خطابات کسی شخص واحد کو اپنا مخاطب قرار نہیں دیتے بلکہ قرآنی خطابات میں تمام دنیا کے مسلمان برابر کے شریک ہیں اور پوری ملت مسلمہ ان فرامین و احکام کے سامنے جواب دہ ہے۔

اسلام ایک ایسا کامل ضابطہ حیات ہے جس میں استقلال، آزادی، ظلم و استکبار کے ساتھ ٹکر لینے، نظام عدالت کے قیام، جہاد، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنے کے عملی درس موجود ہیں اور اس قسم کے پروگراموں کو عملی طور پر نافذ کرنے کے لیے ایک مضبوط و مستحکم اسلامی حکومت کے قیام کی ضرورت ہے۔

مسلمان اقوام کی بدبختی اور پس ماندگی اس وقت سے شروع ہوئی جب مسلمانوں نے امور سیاست میں دخالت اور حکومت اسلامی کے قیام سے کنارہ کشی کر لی اور اسلامی ممالک کی قسمت کا فیصلہ ایسے سیاست دانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جو قوانین و احکام اسلام سے صرف بالکل کورے ہی نہ تھے بلکہ ان کی عظمت کا انہیں ذرا بھی پاس نہ تھا۔ غاصب اور ظالم حکومتوں نے بھی مسلمانوں کے امور کے فیصلوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسلام اور مسلمین کو میدان سیاست و اجتماع سے نکال باہر کیا اور پھر اپنے لاؤڈ سپیکروں اور زر خرید کارندوں کے ذریعے یہ بے بنیاد پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اسلام میں سیاست اور حکومت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا دین دار افراد کو حکومتی اور سیاسی معاملات میں دخل اندازی کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس حربے سے علماء دین، فقہا اور اسلام کے سچے حامیوں کو مساجد اور دینی مدارس کی

چار دیواری کے اندر مقید کر دیا۔ پھر اسلام کے سیاسی اجتماعی منصوبے اور قوانین کلی طور پر ختم کر دیئے گئے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسلامی قوانین بحث و تمحیص سے بھی خارج کر دیئے گئے اور اسلامی قوانین کی حالت یہ ہو گئی گویا یہ اصلاً اسلام کا جز تھے ہی نہیں اور انقلابی و متحرک اور ظلم و ستم کے خلاف ٹکر لینے والے اور اسلام کو ایسے بے روح اسلام کی صورت میں پیش کیا جو بالکل ساکت و خاموش، دنیا و مافیہا سے غافل اور ہر قسم کی سہولتوں سے بے بہرہ ہو۔

علماء و فقہا اور حامیان اسلام سیاست اور امور اجتماعی سے اس طرح کنارہ کش ہو گئے کہ اب ان کا امور سیاست اور امور مملکت میں دخالت کرنا اپنے آپ کو اسلام سے خارج کرنے کے مترادف ہو گیا گویا امور سیاست و مملکت میں دخل اندازی قبیح ترین امر بن گیا۔

استعمار گروں اور اسلام کی دشمن بڑی طاقتوں نے جو اسلام کو اپنے منافع کے حصول کے لیے بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے اپنے زرخرید مزدوروں کی کوشش سے اس متحرک اور فعال و انقلابی اسلام کو تحریف کر کے میدان عمل سے بالکل خارج کر دیا اور اس اسلام کو بے حرکت و فرسودہ نظام کہہ کر کتابوں کے اوراق میں مقید کر دیا۔

امت اسلام کے اتحاد و وحدت کا جائزہ لیا تو ان کو مختلف چھوٹے چھوٹے ملکوں اور ریاستوں میں بانٹ کر ملت مسلمہ کے درمیان دشمنی اور تفرقہ اندازی کے بیج بو دیئے اور پھر اپنے آپ کو ملت مسلمہ کے بہت بڑے حامی خیر خواہ، ساتھی اور مددگار کی صورت میں پیش کیا اور اس راستے سے مسلمانوں کے پاس موجود قدرتی ذخائر کو غارت کرنے اور زحمت کش مسلمانوں کی خون پسینہ سے کمائی ہوئی روزی پر دن دھاڑے ڈاکے ڈالنا شروع کر دیئے جس کی وجہ سے اسلامی ممالک کی حالت زار اس قدر قابل رحم ہو گئی جس کا اور ہم سب آج مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اسلامی حکومتیں ایک دوسرے سے بدظن اور ایک دوسرے کی دشمن بن چکی ہیں۔ سربراہان ممالک اسلامی اسلامی وحدت اور حبل اللہ کو چھوڑ کر مشرق و مغرب کے اسلام دشمن استعمار گروں سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ قدرتی ذخائر، خدا کے بے شمار عطایا اور ملت مظلوم کے محروم و ستم رسیدہ عوام کے خون پسینہ سے تیار کی ہوئی اشیاء کو گھاٹے اور نقصان پر استعمار گروں اور متکبرین کے حوالے کر کے بڑی ذلت اور رسوائی سے اُن کے سامنے بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ دراز کیے سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اسلام کے زندگی ساز احکام اور پروگراموں سے روگردانی کر کے مشرق و مغرب کے استعمار گروں کے شرک آمیز اور غلط و غلیظ، تہذیب و تمدن کو اپنا کر خوشی محسوس کرتے ہیں، اسلام کی دی ہوئی عزت اور مستقل آزادی کو چھوڑ کر مشرق و مغرب کے ظالموں اور متکبرین کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ اپنی ملت سے کٹ کر دشمنوں کے ہمنوا بن چکے ہیں جس وجہ سے سینکڑوں دردناک داستانیں وجود میں آچکی ہیں اور اگر خدانخواستہ ملت اسلامیہ کا یہی حال رہا تو خدا جانے اور کتنی ظلم و ستم کی داستانیں وجود میں آئیں گی۔

کیا خداوند کریم اور جناب رسول خدا اس قسم کے ستم دیدہ کمر خمیدہ، مظلوم و نادار اسلام کو ملل اسلام کے لیے پسند کریں گے؟ نہ نہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا! تو پھر کون سی ایسی راہ ہے جو ہمیں ان ذلت و پستی کے گڑھوں سے باہر نکال سکتی ہے۔

ہاں وہ صرف ایک راہ ہے اور وہ انقلاب اور حکومت اسلامی کا قیام! مسلمانوں کو خواب غفلت اور استعمار زدگی سے بیدار ہونا چاہیے اور انقلابی اسلام اور محرک قوانین محمدیؐ کی طرف واپس پلٹ آنا چاہیے اور کفر و استعمار کے کارندوں اور نوکروں کو اپنے ملکوں سے دھکیل باہر کرنا چاہیے۔

"وقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون"

اپنے امور کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں لے کر زمانہ پیغمبر اسلام کی طرح نظام

اسلام کو زندگی کے ہر پہلو میں عملی طور پر نافذ کرنا چاہیئے اور اسلام کے زرّیں اور حیات بخش اصولوں اور پروگراموں کی روشنی میں ایک خالص اور عظیم اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنا چاہیئے۔ ایسی حکومت جو نبی اکرمؐ کی حکومت کی طرح اُن اسلامی اصولوں کو عملی جامہ پہنائے۔ صرف نام کی اسلامی حکومت نہ ہو جیسے آج کل ہم اپنے اطراف میں ایسی کئی نام نہاد اسلامی حکومتیں دیکھ رہے ہیں جن میں اسلامی قوانین کا اجراء تو در کنار بلکہ ان میں تو اسلامی قوانین کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور ایسی اسلامی حکومت ہونا چاہیئے جو غیر جانبدار ہو کر صد در صد اسلامی قوانین کو نافذ کرے۔

اس قسم کی حکومت کے قیام کے لیے ہر فرد مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اٹھ کھڑا ہو اور بالخصوص علماء اور فقہا پر اس امر کی بہت زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کا فرض اولین ہے کہ اس قسم کی تحریک کی رہبری اور قیادت کا فریضہ سرانجام دیں جو قوانین الٰہی کے اجراء اور ایک خالص اسلامی حکومت کے قیام کے لیے کوشاں ہو۔

علماء اور فقہا کیونکہ اسلام کے قوانین اور منصوبوں سے اچھی طرح آگاہ ہیں لہٰذا ان کا دفاع علماء کی اولین بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ فقہا اور علماء اسلام کو پہچانتے ہیں اور ان میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ قوانین اسلام کو عملی صورت میں لے آئیں۔ علماء اور فقہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفے اور جانشین ہیں۔ نبی اکرمؐ کے تمام فرائض اور منصوبوں کی ذمہ داری انہی کے کندھوں پر ہے ان کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ان پر واجب ہے ان فرائض میں سے ایک فریضہ اور اہم ترین مسؤلیت قوانین اسلام اور اسلامی منصوبوں کو عملی طور پر جاری کرنے میں رہبری اور قیادت کے فریضہ کو پورا کرنا علماء پر لازم ہے۔

"قال امیر المومنین علیہ السلام" "قال رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم اللھم ارحم خلفائی ثلاث مرات۔ قیل یا رسول اللہ ومن خلفاؤک

قال الذین یاتون من بعدی یرو ن حدیثی و سنتی فیعلمو نھما الناس من بعدی"
وسائل الشیعہ کتاب القضاء"

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا کہ:

"اے میرے اللہ میرے خلیفوں پر رحم فرما اور آپ نے یہ دعائیہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے! آپ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کے خلیفے کون لوگ ہیں تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے میری احادیث اور سنن کو بیان کریں گے اور میرے بعد میری احادیث اور سنن کی لوگوں کو تعلیم دیں گے۔"

وہ فقہا جو اسلام شناس ہیں اور احادیث و سنن نبیؐ کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں وہ نبی اکرمؐ کے خلیفے اور جانشین ہیں یعنی وہ بھی نبی اکرمؐ کی طرح مرجع دین و علم ہیں۔ مقام رہبری و ولایت اور خدا کے قوانین کو جاری کرنے کا فریضہ بھی انہی کے ذمہ ہے کیونکہ رسول اکرمؐ بھی اسی عہدہ پر فائز تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ: الفقہآء امناء الرسل مالم ید خلوا فی الدنیا، قیل یا رسول اللہ وما دخلھم فی الدنیا قال اتباع السلطان فاذا فعلوا ذلک فاحذروھم علی دینکم"

(اصول الکافی کتاب فضل العلم)

جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا فقہا رسولوں کے امین ہیں جو دنیا میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ دنیا میں دخل اندازی سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا سلطان (جائر) کی پیروی کرنا۔ جب وہ (سلطان جائر) کی پیروی کرنے لگیں تو تم ان کو اپنے دین سے دور کر دو۔

انبیاء دو عہدوں پر فائز تھے۔ جہاں قوانین و احکام اور خدائی پروگراموں کو لوگوں تک پہنچانے کے فریضہ کو انجام دیتے وہاں پر اسلام کے سیاسی و اجتماعی قوانین کے محافظ اور ان کو نافذ کرنے والے بھی تھے۔ بیک وقت معارف و احکام دین کی تبلیغ بھی کرتے اور ساتھ ساتھ ملت اور امت کی رہبری اور زمامداری کے فریضہ کو بھی پورا کرتے تھے۔

فقہا اور علماء انبیاء کی ان ہر دو بڑی مسئولیتوں کے امین ہیں جہاں مرجعیت علمی اور تبلیغ دین میں امانت دار ہیں وہاں پر انبیاء کے عہدہ رہبری اور قوانین کے اجراء کے بھی ذمہ دار ہیں۔

"قال علی علیہ السلام: العلماء حکام علی الناس" (غرر الحکم)

جناب علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ علماء لوگوں پر حکمران ہیں۔

رہبر اور قوانین کے جاری کرنے والوں کی شرائط میں سے ایک شرط ان کا قانون اور قوت مجریہ قانون کا عالم ہونا ضروری ہے۔

قال علی علیہ السلام "ان احق الناس بھذا الامر اقواھم علیہ باامر اللہ فیہ" نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۳

جناب علی علیہ السلام مستحق خلافت کے اوصاف کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! لوگوں میں سے امر خلافت و امامت اور رہبری کا سب سے زیادہ وہ مستحق ہے جو لوگوں میں سے معاملات حکومت و خلافت کو سب سے بہتر طور پر ارادہ کر سکتا ہو اور حکم خدا کے اوامر و نواہی کے جاننے میں اور خصوصاً اس امر خلافت کو صحیح معنوں میں چلانے کے اعتبار سے سب سے زیادہ عالم ہو۔"

اس بات میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ایک فقیہ اعلم ہی تقویٰ اور تدبر کے ذریعے دوسروں کی نسبت تحریک انقلاب اسلامی میں لوگوں کی احسن طریقہ سے قیادت اور رہبری کر سکتا ہے اور قوانین و احکام الٰہی کو دوسروں کی نسبت بدرجہ اتم

نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ما ولت امة قط امرھا رجلاً وفیھم اعلم منہ الا لم یزل امرھم یذھب سفالا حتی یرجعوا الی ما ترکوا" (کتاب سلیم ابن قیس)

کسی بھی امت نے کسی اعلم کے ہوتے ہوئے غیر اعلم کو اپنا امیر نہیں بنایا مگر اس کے امیر بننے سے ان کے امور روبہ زوال ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور واپس اُسی مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں پر انہوں نے ان کو پہلے چھوڑا تھا۔

کیا علماء اور فقہا اپنی شرعی ذمہ داری کا پاس کرتے ہوئے ان ستمکاروں اور متکبرین کے سامنے خاموش رہ سکتے ہیں جنہوں نے ملل اسلام کو یہ تاریک اور سیاہ دن دکھائے ہیں اور کیا علماء کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ اس امت مستضعف اور محروم و ستمدیدہ کی حق و حقیقت پر مبنی اسلامی حکومت قائم کرنے میں رہبری نہیں کریں گے۔

قال علی علیہ السلام اما والذی خلق الحبة وبرأ النسمة لولا حضور الحاضر وقیام الحجة بوجود الناصر وما اخذ اللہ علی العلماء ان لا یقاروا علی کظة ظالم ولا سغب مظلوم لالقیت حبلھا علی غاربھا" (نہج البلاغہ خطبہ ۳)

جناب علی علیہ السلام اپنے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں امور خلافت کو قبول کرنے پر مجبور ہونے کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ علماء و حقہ کے فریضہ کو بھی ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔

"کہ مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے دانہ کو شگافتہ کر کے اُس سے نباتات کو اُگایا اور اس ذات کی قسم جس نے انسان یا روح کو خلق فرمایا اگر یہ لوگ جو امام کی بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں اگر

یہ حاضر نہ ہوتے اور خدا کی طرف سے مجھ امام پر حجت تمام نہ ہوتی یعنی میرے لیے ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ کہا جا سکتا ہے کہ جب کہ آپ کے لیے فضا و ماحول سازگار ہو گیا دشمنوں کے خلاف مددگار بھی آپ کو مہیا ہو گئے تو پھر بھی تم نے امر خدا کو قائم کرنے کے لیے اقدام کیوں نہ کیا۔"

اگر یہ چیز نہ ہوتی تو خدا علماء کا مواخذہ کرتا کہ جنہوں نے امر خدا کو لازم سمجھتے ہوئے ان کو جاری نہ کیا اور امیر نے تو کثرت اموال کی وجہ سے اتنا پیٹ بھر کر کھایا کہ وہ شکم پری کی وجہ سے پیٹ میں اتنا درد محسوس کرنے لگا جبکہ فقیر اور مساکین بھوک سے نڈھال ہوئے جاتے تھے۔ آپ کے اس فرمان سے مراد شاید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ ظالم کے مظلوم پر ظلم کرنے کے خلاف خاموش نہ رہیں کہ ظالم ظلم کے ذریعے مظلوم کا بھی حق کھا جائے اور اس کے پاس قوت لایموت بھی نہ رہے۔

آپؑ فرماتے ہیں اگر یہ امور سامنے نہ ہوتے تو میں اس خلافت اور حکومت کی قیادت کی رسی اور نکیل کو اُسی پر ڈال دیتا۔ اس جملہ میں آپؑ نے خلافت کو ایک ناقہ سے تشبیہ دی ہے۔

لہٰذا علماء کو اس عہد کی وفا کرتے ہوئے مظلوم کے حق کو ظالم کے منہ سے چھین لینا چاہیئے۔ انقلاب اسلامی اور تحریک محمدیؐ کے احیاء کے لیے مسئلہ رہبری دوسرے تمام مسائل سے حساس ترین مسئلہ ہے۔

ایران کی شہید پرور اور ملت مبارز نے اپنی آنکھوں سے انقلاب اسلامی کی کامیابی اور اس امر میں علماء و فقہا کی نقش آمیز قیادت اور رہبری کا مشاہدہ کر چکی ہے۔ ملت ایران کی تمام قابل ذکر کامیابیوں کا راز منقیہ بزرگ مجاہد زمان مرجع اعظم حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی مدظلہ کی قاطعانہ اور دور اندیش فکر اور رہبری میں پوشیدہ ہے جنہوں نے حالات کی سنگینی اور نزاکت سے مشکل ترین مراحل میں بھی آگاہ رکھا اور

ان کو ایمان اور جہاد کی قوت سے مالامال کیا تاکہ وہ استعمارگروں اور متکبرین کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑے ہوں اور استعماری زرخرید مزدوروں کو اپنے وطن عزیز سے باہر نکال دیں اور کسی بھی طاقت سے خوف زدہ نہ ہوں۔ یہ اسی شخصیت کا کام تھا جس نے ہر مقام پر اس تحریک کے خالص اسلامی رہنے کی حفاظت کی اور منحرف ایجنٹوں کے تمام منصوبوں کو ناکام بنادیا اور پورے یقین محکم سے ارشاد فرمایا کہ "ہم جمہوری اسلامی کو ووٹ دیں گے اس سے نہ ایک حرف کم نہ زیادہ اور ہر مقام پر اسلام کے نورانی پروگراموں کی نگرانی کی اور جس وقت تک نظام اسلام پوری دنیا میں عملی صورت اختیار نہیں کرتا آپ کی قیادت اور رہبری جاری ہے آپ نے اپنی قیادت کے ذریعے یہ بات روز روشن کی طرح واضح کردی کہ اسلام دین سیاست ہے۔ آپ نے ہر مقام پر فرمایا مسجدیں اسلامی مورچے ہیں ان کی حفاظت کرو نماز جمعہ کے عظیم اجتماع میں امام جمعہ کے لیے آپ نے خطبہ کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں وہ اسلام کا ایک سیاسی پروگرام ہے۔ تحریرالوسیلہ میں شرائط نماز جمعہ کے مسئلہ نمبر ۹ میں آپ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ امام جمعہ کو چاہیئے کہ نماز جمعہ کے خطبوں کے دوران مسلمانوں کے لیے ان کے دینی اور دنیاوی مصالح اور فوائد کو ذکر کرے اور مسلمان وغیر مسلمان ممالک میں واقع ہونے والے ان حالات کو بیان کرے جن میں ان کے لیے نفع یا نقصان ہے اور اس چیز کو ذکر کرے جس کی طرف لوگ معاش و معاد میں محتاج ہیں۔ امور سیاسیہ اور اجتماعیہ کو ذکر کرے کیونکہ یہ مسائل ان کے استقلال و آزادی میں دخیل ہیں، دوسری اقوام کے ساتھ معاملات کو استوار کرنے کے بارے میں ان کو بتائیں اور ظالم اور استعمارگر حکومتوں کی اُن کے امور میں دخل اندازی سے ڈرائیں۔ خاص کر امور سیاسیہ اور اقتصادیہ جو ان کے استعمار اور استثمار پر منتج ہوتے ہیں اور بالجملہ نماز جمعہ اور اس کے خطبات، حج اور اُس کے تمام مواقف اور عیدین وغیرہ کے عظیم اجتماعات اور مواقف کی طرح ایک عظیم اجتماع اور موقف ہے لیکن بڑے

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان اس اہم سیاسی اور دوسرے سیاسی وظائف سے غافل ہو چکے ہیں سیاست اسلامی کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اسلام ایک دین سیاست ہے جو کوئی اس کے احکام پر ذرا بھر بھی تدبر و فکر کرے تو اس کے لیے تمام حکومتی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی مسائل واضح اور عیاں ہو جائیں گے۔ یاد رکھیں جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ دین سیاست سے جدا ہے تو وہ شخص ایسا جاہل ہے جسے نہ اسلام کا پتہ ہے اور نہ ہی سیاست کا۔

آپ کا یہ فتویٰ مسلمانان عالم کے لیے مشعل راہ ہے اس پر عمل کر کے مسلمان ایک ایسی ہی اسلامی حکومت قائم کر سکتے ہیں جس طرح کی اسلامی حکومت کا ایران میں ہم سب آج مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اس دن کی امید کے ساتھ جس دن تمام ملل اسلام کے علماء اور فقہا اپنی سنگین اور اہم ترین ذمہ داریوں کو سنبھال لیں گے اور استعمار زدہ ملتوں کو خواب غفلت سے بیدار کر کے تمام کو تحریک محمدیؐ کے احیاء اور اسلام کے حیات بخش قوانین کے کلی طور پر عملی نفاذ، حکومت اسلامی کے قیام، استعمار و متکبرین کے خونخوار ہاتھوں کو ملل مظلوم سے دُور کر کے کاٹ دیں گے اور تمام مظلوم اقوام کو لا الٰہ الا اللہ کے اسلامی پرچم تلے جمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ انشاء اللہ!

خداوند کریم ہمیں یہ دن بہت جلد دکھائے۔ آمین

والسلام

علامہ اقبال۔ ؒ

"جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

○

ارشادات حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

۱۔ امام حسنؑ سے فرمایا کسی کو مقابلہ کے لیے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو اس لیے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔

۲۔ قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں۔

۳۔ طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

۴۔ گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

۵۔ غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے اور غداروں کے ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

۶۔ بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے۔

۷۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن و گمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

۸۔ اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگو تو وہ تمہیں پالے گی اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

۹۔ بہترین زہد زہد کا مخفی رکھنا ہے۔

۱۰۔ بہترین دولتمندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

۱۱۔ جس نے طول طویل امیدیں باندھیں اُس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے۔

ارشادات آیت اللہ العظمیٰ آقائے خمینی مدظلہ العالی!

۱۔ جب انسان کا دل نورِ ہدایت سے منور ہو جائے تو پھر زبان، آنکھ اور تمام اعضاء بدن صحیح اسلامی احکام کے تابع ہو جائیں گے۔

۲۔ اس دور میں اسلام تمام مسلمانوں کے پاس ایک عظیم امانت الٰہی ہے اگر اس امانت میں خیانت کی گئی تو یہ ناقابل معافی ہو گا۔

۳۔ جو لوگ اسلامی اصولوں کے تحفظ میں کوتاہی کرتے ہیں وہ مظلوموں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں کیونکہ اسلام مظلوموں کا حامی ہے۔ (۴) جو لوگ اپنے کردار و گفتار کو خواہشات نفس کے سانچے میں ڈھال لیتے ہیں ان کی باتوں پر کان دھرنا اسلام کے خلاف ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ہر وقت اسلام، اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں اور جب عمل کا وقت آئے تو ہم ہی اسلام کے مخالف ثابت ہوں۔ (۶) علماء کرام کو چاہیئے کہ اپنی تقریروں اور نماز جمعہ کے خطبوں میں عوام کو اغیار کی سازشوں اور ان کے ناپاک ارادوں سے آگاہ کریں جب تک کلمۂ اسلام پوری دنیا پر نہیں چھا جاتا ہمارا جہاد جاری ہے۔ جس شہید نے اسلام کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اس کے غم میں ماتم کرنا انسانیت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ (۹) امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ہمارے مذہب کی بنیاد ہے اور غم حسین ع میں گریہ کرنا ہمارے مذہب کی علامت ہے ہم چاہتے ہیں کہ عزاداری امام مظلوم ع کے ذریعہ اپنے دین کا تحفظ کریں۔ شیعہ سنی بھائیوں کو چاہیئے کہ ہر قسم کے اختلافات سے اجتناب کریں کیونکہ ہمارے اختلافات سے فقط وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو خود نہ تو مذہب شیعہ پر اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی سنی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اغراض و مقاصد

۱۔ علماء کے درمیان اتحاد و اخوت و یک جہتی اور نظم و ضبط پیدا کرنا۔

۲۔ علماء کے حقوق و مفادات کی نگہداشت اور ان کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

۳۔ ہر ممکن ذریعے سے اسلام کے بنیادی اصولوں، اقدار اور خوبیوں کی ترویج بالخصوص نوجوانوں اور بچوں میں، تاکہ ان میں صحیح مذہبی شعور اور عمل کا میلان پیدا ہوسکے۔

۴۔ علماء کے لیے اعلیٰ التعلیم حاصل کرنے اور مختلف زبانوں پر دسترس حاصل کرنے کیلیے ذرائع مہیا کرنا۔

۵۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء کو درس دین دینے اور ان میں اسلامی فکر و شعور کی بیداری کے لیے انتظامات کرنا۔ (۶) پاکستان میں اہل بیت علیہم السّلام کے فرامین کی روشنی میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی کوشش کرنا۔ (۷) اتحاد بین المسلمین کے لیے جدوجہد کرنا۔ مساجد و مدارس میں آمد و رفت کی راہ ہموار کرنا تاکہ تعلقات و روابط میں اضافہ ہو۔

۸۔ عزاداری و مجالس کا فروغ اور ان کے اصل مقصد تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حصول کی کوشش کرنا۔ صالح، ذاکرین اور مبلّغین کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۹۔ مدارس دینیہ میں معیار تعلیم بلند کرنا۔ تنظیم و ترقی کے لیے ٹھوس اور تعمیری اقدامات کرنا نیز ایک عظیم ترحوزہ علمیّہ کا قیام عمل میں لانا۔

۱۰۔ پاکستان میں مساجد کی حالت کو بہتر بنانا۔ نیز مساجد کے متعلق امور و مقاصد کی نگرانی کرنا مناسب خطیب مقرّر کرنا جہاں کہیں مسجد نہ ہو وہاں مسجد بنانے کی کوشش کرنا۔

۱۱۔ عصرِ حاضر کے مقتضیات کے مطابق ایک علمی رسالہ کا اجراء جو علماء و مدارس کی ترجمانی کے فرائض انجام دے سکے۔

۱۲۔ ہر ایسی تنظیم اور ادارے سے تعاون کرنا جو وفاق کے مقاصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

بیروت پرنٹرز ۳ ہسپتال روڈ لاہور